INSIGHT OF QURAN
EDUCATION FOR WOMEN

/INSIGHTOFQURAN

WHERE TRUTH STAND ALONE

کربلا: حق کی آخری حد
حق تنہا تھا، مگر شکستہ نہیں تھا

EP:05

سفیرِ حسینؑ کی شہادت اور مکہ سے روانگی

SWIPE>>

تصور کریں کہ

9 ذوالحجہ 60 ہجری کی صبح۔ مکہ میں لاکھوں مسلمان احرام باندھے میدانِ عرفات کی طرف بڑھ رہے ہیں، لبیک کی صدائیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔ لیکن اسی دن، مکہ سے سینکڑوں میل دور کوفہ میں، ایک تنہا مکان کے باہر تلواروں کی جھنکار اور گھوڑوں کی ہنکار سنائی دے رہی ہے۔ یہ ابنِ زیاد کے سوار ہیں جنہوں نے طوعہ کے گھر کو گھیر لیا ہے۔ مسلم بن عقیلؓ رات بھر اللہ کی عبادت کرنے کے بعد، اب اپنی تلوار میان سے نکال چکے ہیں۔

جب ابنِ زیاد کے سپاہیوں نے گھر کا دروازہ توڑا، تو مسلم بن عقیلؓ شیر کی طرح ان پر جھپٹے۔ وہ کوئی عام انسان نہیں تھے، بلکہ بنو ہاشم کے شجاع ترین جوانوں میں سے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے اکیلے ہی ان کثیر سپاہیوں کو گھر سے باہر گلی میں دھکیل دیا۔

ابنِ زیاد کا کمانڈر محمد بن اشعث یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس نے مزید نفری منگوائی۔ جب وہ گلیوں میں مسلمؑ کا مقابلہ نہ کر سکے، تو انہوں نے چھتوں پر چڑھ کر ان پر پتھر برسانا اور جلتی ہوئی لکڑیاں پھینکنا شروع کر دیں۔ مسلم بن عقیلؓ زخموں سے چور ہو چکے تھے، ایک تیر ان کے ہونٹ پر لگا اور ان کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے۔

(بحوالہ: تاریخِ طبری، جلد 4، صفحہ 281)

آخر کار، محمد بن اشعث نے دھوکے سے امان کا وعدہ کیا اور کہا: مسلم! اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو، تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ مسلم بن عقیلؓ زخموں کی شدت اور پیاس کی وجہ سے نڈھال ہو کر گر پڑے اور سپاہیوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔

مسلم بن عقیلؓ کو جب ابنِ زیاد کے سامنے دربار میں لایا گیا، تو ان کے چہرے سے خون بہ رہا تھا، لیکن ان کا وقار برقرار تھا۔ انہوں نے ابنِ زیاد کو سلام تک نہ کیا، جس پر ابنِ زیاد نے کہا: تمہیں بہر حال قتل کیا جائے گا۔ مسلم بن عقیلؓ کی آنکھوں میں اپنے قتل کا کوئی خوف نہیں تھا، لیکن ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ابنِ زیاد کے ایک کارندے نے طنزاً کہا: جو اتنے بڑے کام (بغاوت) کے لیے نکلتا ہے، وہ یوں روتا نہیں ہے۔

مسلم بن عقیلؓ نے تڑپ کر جواب دیا:
خدا کی قسم! میں اپنے لیے نہیں رو رہا۔ میں تو حسینؑ اور ان کے اہل بیت کے لیے رو رہا ہوں، جو میرا خط پڑھ کر اپنے معصوم بچوں اور مستورات کو لے کر مکہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہو چکے ہوں گے

(بحوالہ: البدایہ والنہایہ، ابنِ کثیر، جلد 8، صفحہ 171)

آپؑ نے مرنے سے پہلے عمر بن سعد (جو آپ کا دور کا رشتہ دار تھا) کو پاس بلا کر اپنی آخری وصیت کی: خدا کے لیے مکہ کسی قاصد کو بھیجو جو میرے بھائی حسینؑ کو روک لے اور کہے کہ کوفہ والوں کے خطوط پر بھروسہ نہ کریں، مسلم مارا گیا ہے!

ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ انہیں دارالامارہ کی سب سے اونچی چھت پر لے جایا جائے اور وہیں سب کے سامنے ان کا سر قلم کر دیا جائے۔ مسلم بن عقیلؓ کو جب چھت پر لایا گیا، تو انہوں نے آخری بار مکہ کی طرف رخ کیا، جہاں ان کا محبوب حسینؑ تھا، اور دل سے سلام بھیجا۔ جلاد کی تلوار چمکی اور سفیرِ حسینؑ کا سر زمین پر آ گرا۔ ان کی لاش کو چھت سے نیچے بازار میں پھینک دیا گیا۔ یہ کربلا کے سفر کا سب سے پہلا خون تھا۔

اب مکہ کا منظر دیکھیے۔ٹھیک اسی دن (8 یا 9 ذوالحجہ کو)، جب مسلم بن عقیل کوفہ میں شہید ہو رہے تھے، امام حسینؑ مکہ میں ایک بڑا اور چونکا دینے والا فیصلہ کر رہے تھے۔

آپؑ کو خفیہ ذرائع سے معلوم ہو چکا تھا کہ یزید نے حاجیوں کے بھیس میں اپنے جلاد مکہ بھیجے ہیں، جن کا مقصد احرام کی حالت میں، حدودِ حرم کے اندر امام حسینؑ کو قتل کرنا تھا۔ امامؑ کعبہ کی حرمت سے واقف تھے، آپؑ نہیں چاہتے تھے کہ کعبہ کی مقدس زمین پر رسول اللہ ﷺ کے نواسے کا خون بہایا جائے اور حرمِ امن کی بے حرمتی ہو۔

چنانچہ، امام حسینؑ نے حج کے ارادے کو عمرے میں تبدیل کیا، طواف کیا، سعی کی، احرام کھولا اور ذوالحجہ کی 8 تاریخ (یومِ ترویہ) کو مکہ سے عراق کی طرف روانگی کا اعلان کر دیا۔

اس اچانک روانگی پر مکہ میں کہرام مچ گیا۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ دوڑے ہوئے آئے۔ انہوں نے امامؑ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور روکر کہا: اے رسولؐ کے لال! آپ کہاں جارہے ہیں؟ ان کوفیوں کے پاس جنہوں نے آپ کے والد اور بھائی کو دھوکہ دیا؟ خدارا مکہ نہ چھوڑیں!

امام حسینؑ نے ابنِ عباسؓ کو دیکھا اور انتہائی درد بھرے لہجے میں فرمایا:
اے ابنِ عباس! خدا کی قسم، مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں مکہ کی حدود سے ایک بالشت باہر قتل کیا جاؤں، بجائے اس کے کہ میری وجہ سے حرمِ کعبہ کی حرمت پامال ہو اور یہاں خون بہایا جائے۔

(بحوالہ: تاریخ طبری، جلد 4، صفحہ 289 / البدایہ والنہایہ، جلد 8، صفحہ 175)

امام حسینؑ اپنی بہنوں، بیویوں، چھوٹے بچوں اور چند وفادار ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی حدود سے باہر نکل آئے۔ قافلہ تیزی سے تپتے ہوئے صحراؤں کو عبور کر رہا تھا، اس امید پر کہ کوفہ میں اٹھارہ ہزار لوگ ان کے منتظر ہیں۔

ابھی یہ قافلہ عراق کے راستے میں ثعلبیہ یا زبالہ نامی مقام پر پہنچا تھا کہ سامنے سے مکہ کی طرف جانے والا ایک مسافر ملا۔ امامؑ نے اس سے کوفہ کے احوال پوچھے، تو اس مسافر نے بوجھل دل کے ساتھ وہ لرزہ خیز خبر سنائی جس نے پورے قافلے کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس نے کہا: یا ابنِ رسول اللہ! میں جب کوفہ سے نکلا، تو میں نے اپنی آنکھوں سے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی لاشوں کو کوفہ کے بازاروں میں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے، کوفہ بدل چکا ہے!

یہ خبر سنتے ہی خیمۂ حسینی میں کہرام مچ گیا۔ بیبیاں رونے لگیں، مسلم بن عقیل کے چھوٹے بچے یتیم ہو چکے تھے۔

امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور وہ تاریخی اعلان کیا جو کسی دنیاوی لیڈر کا نہیں بلکہ صرف حسینؑ کا ہو سکتا تھا۔

آپؑ نے فرمایا:

ہمارے مددگاروں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے اور مسلم شہید ہو چکے ہیں۔
اب جو شخص بھی تم میں سے واپس جانا چاہتا ہے، اسے میری طرف سے مکمل اجازت ہے، میری طرف سے اس کی گردن پر کوئی بیعت نہیں ہے۔
(میری طرف سے آپ سب کو کھلی اجازت ہے، آپ پر میرا کوئی سیاسی یا اخلاقی دباؤ نہیں ہے، آپ مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کر جا سکتے ہیں، میں آپ سے ناراض نہیں ہوں گا۔) تم خاموشی سے رات کے اندھیرے میں نکل جاؤ۔

(بحوالہ: تاریخِ طبری، جلد 4، صفحہ 300)

/INSIGHTOFQURAN

یہ سن کر وہ لوگ جو کسی مال و دولت یا حکومت کی لالچ میں راستے سے ساتھ ہو لیے تھے، وہ راتوں رات غائب ہو گئے، اور امامؑ کے پاس صرف وہی مخلص نفوس رہ گئے جو جانتے تھے کہ آگے موت ہے، لیکن انہوں نے حسینؑ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

آج کی نوجوان نسل ذرا رک کر امام حسینؑ کی اس strategy اور سچائی پر غور کرے۔ دنیا کا کوئی بھی مادی لیڈر جب جنگ کے لیے نکلتا ہے، تو وہ اپنے سپاہیوں سے سچ چھپاتا ہے تاکہ ان کا حوصلہ نہ ٹوٹے۔ لیکن حسینؑ نے کوئی جھوٹا دلاسا نہیں دیا۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ آگے کوئی حکومت نہیں ہے، آگے مسلم کی طرح موت ہے، جسے جانا ہے چلا جائے۔ کیوں؟ کیونکہ حسینؑ کو quantity کی ضرورت نہیں تھی، انہیں Quality کی ضرورت تھی۔ انہیں وہ ضمیر چاہیے تھے جو موت کی خبر سن کر بھی حق کے چہرے کو دیکھ کر مسکرائیں۔